The Study of Religion and History
Volume 3 issue 1 (2025)
www.srhjournal.com
ISSN(Print): 3006-3329 ISSN(Online): 3006-3337

سفرنامہ "سیر پنجاب" میں برطانوی استعمار کی عکاسی

A Reflection of British Imperialism in Travelogue "Saire Punjab"

Nazish Safdar*
Scholar Ph.D Urdu. FJWU, Rawalpindi.
Email: nazishsafder30@gmail.com

Dr. Farhat Jabeen Virk
Chairperson Dept. Of Urdu. FJWU, Rawalpindi
Email: virkfarhat@fjwu.edu.pk

Abstract:

The economic policies of British imperialism transformed colonies into suppliers of raw materials and captive markets for British goods. In India, this strategy led to the decline of indigenous industries, agrarian exploitation, and the development of infrastructures such as mining and monumental buildings that outwardly symbolized progress but in reality, served Britain's enrichment. Artisans and peasants were forced into poverty, taxation, and unemployment, while colonial elites and British officials thrived. Dadabhai Naoroji exposed this ceaseless transfer of wealth through his "Drain Theory", a vivid testimony to India's economic decline under colonial exploitation. It was this injustice and cultural domination that ultimately inspired the nationalist movement and fueled the struggle for freedom against imperial rule. The study focuses on the reflection of such imperialism in Travelogue "Sair e Punjab" by Maharaja Sir Kishin Parshad.

Keywords: *British imperialism, Dadabhai Naoroji, Drain Theory, Sair e Punjab, Sir Kishin Parshad.*

ملخص:

برطانوی سامراج کی معاشی پالیسیوں نے نوآبادیاتی دنیا کو بنیادی طور پر خام مال کی فراہمی اور برطانوی مصنوعات کی کھپت کے مراکز میں بدل دیا۔ ہندوستان میں یہ حکمتِ عملی نہ صرف مقامی صنعتوں کے زوال اور زرعی استحصال کا باعث بنی بلکہ کان کنی اور تعمیرات کے ذریعے ایک ایسے ڈھانچے کو جنم دیا جو بظاہر ترقی کی علامت تھا مگر اس کے حقیقی ثمرات صرف برطانیہ کو پہنچے۔ دستکار اور کسان غربت، ٹیکسوں اور بے روزگاری کی دلدل میں دھکیل دیے گئے جب کہ

نوآبادیاتی اشرافیہ اور برطانوی افسران نے خوشحالی اور آسائش حاصل کی۔ دادا بھائی ناؤروجی نے اس دولت کے مسلسل انخلا کو "ڈرین تھیوری" کے ذریعے نمایاں کیا، جو ہندوستان کی معاشی بدحالی اور سامراجی استحصال کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ یہی معاشی ناانصافی اور ثقافتی تسلط بالآخر آزادی کی تحریک کے محرک بنے اور ہندوستان میں استعمار کے خلاف اجتماعی مزاحمت کو جنم دیا۔ مسودہ ہذا میں مہاراجہ سر کشن پرشاد کے سفرنامہ "سیرِ پنجاب" کے حوالے سے متذکرہ مسائل کا خصوصی مطالعہ پیش ہے۔

کلیدی الفاظ: برطانوی سامراج، دادا بھائی نوروجی، ڈرین تھیوری، سیر پنجاب، سر کشن پرشاد ۔۔۔

برطانوی معاشی سامراج سے مراد وہ حکمتِ عملیاں اور رویے ہیں جو سلطنتِ برطانیہ نے اٹھارویں، انیسویں اور بیسویں صدی کے ابتدائی برسوں میں اپنی کالونیوں پر غلبہ جمانے اور اسے قائم رکھنے کے لیے اختیار کیے۔ ان پالیسیوں میں کئی پہلو شامل تھے جو مختلف خصوصیات رکھتے تھے۔ مثلاً برطانیہ نے اپنی نوآبادیات کے ساتھ تجارتی اجارہ داری قائم کرنے کی کوشش کی تاکہ خام مال اور اجناس کی تجارت زیادہ تر برطانوی منڈیوں کے ذریعے ہی ہو۔ اس مقصد کے لیے کالونیوں میں ریلوے، بندرگاہوں اور ٹیلی گراف لائنوں جیسے بنیادی ڈھانچے کے منصوبوں پر سرمایہ کاری کی گئی تاکہ وسائل کو باآسانی برطانیہ منتقل کیا جا سکے۔ اسی طرح "پلانٹیشن اکانومی" کے تصور کے تحت متعدد نوآبادیات میں، خاص طور پر کیریبین اور افریقہ کے کچھ خطوں میں، چینی، کپاس، چائے اور ربڑ جیسی نقد آور فصلوں کے بڑے بڑے کھیت لگائے گئے؛ جن میں اکثر جبری مشقت یا غلامی سے کام لیا جاتا تھا۔ مزید یہ کہ مالیاتی کنٹرول قائم رکھنے کے لیے برطانوی بینکوں اور مالیاتی اداروں نے کالونیوں کو قرضے اور مالی معاونت فراہم کی جس سے ان معیشتوں کو برطانوی اقتصادی ڈھانچے میں مزید گہرا کر کے جوڑ دیا گیا۔ اس حوالے سے شیر از زیدی کی توضیح ملاحظہ ہو:

> "بینکوں کا سرمایہ جب صنعتی سرمائے میں مدغم ہو جاتا ہے تو اس مدغم سرمائے کو مالیاتی سرمایہ کہتے ہیں۔ بینک کے سرمائے کا صنعتی سرمائے میں ادغام سامراجیت کی اہم ترین خصوصیت ہے۔ بینکی سرمایہ اور صنعتی سرمایہ جب آپس میں مدغم ہوتے ہیں تو بینک کے مالک کارخانوں کے منتظم بن جاتے ہیں اور کارخانوں کے مالک بینکوں کی انتظامی کمیٹی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ملک کی تمام اقتصادیات چند اجارہ داروں اور بینکروں کے ہاتھ میں آجاتی ہے۔ یہ بات شک سے بالاتر ہے کہ اقتصادی قوت کا مالک سیاست پر بھی حاوی ہوتا ہے۔"(1)

یہی مالیاتی ڈھانچہ ہمیں برطانوی سامراجی نظام میں دکھائی دیتا ہے، جہاں بینکوں کے ساتھ ساتھ محصول اور ٹیکس کا ایک منظم طریقہ کار بھی وضع کیا گیا۔ ان قوانین کے تحت کالونیوں پر ایسے ٹیرف اور ٹیکس عائد کیے جاتے تھے جو برطانوی مصنوعات کو فائدہ پہنچاتے تھے۔ اس نظام کا مقصد ایک طرف مقامی صنعتوں کی ترقی کو روکنا اور دوسری طرف برطانوی اشیا کے لیے ایک پائیدار منڈی کو یقینی بنانا تھا۔ علم و ہنر اور ٹیکنالوجی کے میدان میں بھی برطانیہ نے اجارہ داری قائم رکھی؛ جدید سائنسی ایجادات اور مہارت تک رسائی پر کنٹرول قائم کر کے مقبوضہ علاقوں کی صنعتی خودمختاری کو محدود کر دیا۔ اسی کے ساتھ برطانوی استعمار نے قدرتی وسائل جیسے معدنیات، جنگلاتی پیداوار اور زرعی اجناس کا بڑے پیمانے پر استحصال کیا۔ یہ وسائل اکثر مقامی فلاح یا ماحولیات کے تحفظ کے بجائے برطانوی

معیشت کی ترقی کے لیے بروئے کار لائے گئے۔ برطانوی تجارتی پالیسیوں کا بنیادی مقصد درآمدات کو کم سے کم اور برآمدات کو زیادہ سے زیادہ کر کے دولت کا انبار لگانا تھا۔ اس حکمتِ عملی کے لیے نئی کالونیوں کا قیام اور اثر و رسوخ کا پھیلاؤ ضروری سمجھا جاتا تھا کیونکہ یہی کالونیاں خام مال اور منڈیوں کے طور پر کام کرتی تھیں۔ مزید برآں مزدوری کے مختلف نظام مثلاً غلامی اور انتہائی کم اجرت پر مبنی محنت؛ پیداوار اور منافع کو بڑھانے کے لیے استعمال کیے گئے۔ ٹرانس اٹلانٹک غلاموں کی تجارت اس استحصالی ڈھانچے کا سب سے ظالمانہ پہلو تھی۔ اس حوالے سے ڈاکٹر شیراز زیدی اپنے خیالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ہر ملک غیر ملکی جنس کی درآمد پر مختصر محاصل عائد کر کے ان کی فروخت کو کٹھن بنانے کی کوشش کرتا ہے لیکن دوسری طرف سرمایہ داروں کے اجارہ دار گروہ اندرون ملک اپنی پیداوار کی من مانی قیمتیں بڑھا کر ملکی منڈی کو محدود کر دیتے ہیں یا پھر بہت زیادہ پیداوار کی وجہ سے ملکی منڈی میں مال کی فروخت کم ہو جاتی ہے۔ اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے اجارہ دار گروہ دوسرے ملکوں میں سرمایہ برآمد کرتے ہیں یعنی دوسرے ممالک میں اپنے کاروبار کی شاخیں قائم کر کے بڑے بڑے کارخانے اور فیکٹریاں لگا لیتے ہیں اور وہیں مال پیدا کر کے ممالک کی منڈیوں پر اندر سے قابض ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ دوسرے ممالک کو قرض کی شکل میں بڑی بڑی رقمیں بھی دیتے ہیں اور اس طرح بڑے ملک چھوٹے ملکوں کو اپنا غلام بنا لیتے ہیں لیکن سرمائے کی برآمد سے اجناس کی برآمد ختم نہیں ہو جاتی بل کہ چھوٹے ممالک کو قرضہ دے کر یہ شرط عائد کر دی جاتی ہے کہ قرض خواہ ضرورت کا مال قرض دینے والے ملک ہی سے خریدے گا۔"(2)

برطانوی سامراج نے محض اقتصادی پالیسیاں ہی نافذ نہیں کیں بلکہ تعلیم اور قانونی نظام کو بھی کالونیوں میں رائج کیا۔ اس کے نتیجے میں ایک ایسا اشرافی طبقہ وجود میں آیا جو برطانوی قوانین اور روایات سے بخوبی واقف تھا اور سامراج کے لیے انتظامی کنٹرول اور معاشی استحصال کو آسان بنانے میں معاون ثابت ہوا۔ معاشی انحصار کی بدولت نوآبادیات کی معیشتیں اپنی مقامی ترقی کے بجائے برطانوی مفادات کی تکمیل کے لیے ڈھالی گئیں اور یہ انحصار آزادی کے بعد بھی طویل عرصے تک جاری رہا۔ انگریزوں نے انفراسٹرکچر کی ترقی کے ایسے اقدامات کیے جنہوں نے وسائل کی فعالیت میں سہولت فراہم کی تاہم یہ فوائد زیادہ تر انہی علاقوں تک محدود رہے جہاں سے برطانوی معیشت کو فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ اس ناہمواری نے کئی خطوں کو پس ماندگی میں دھکیل دیا۔ برطانوی تجارتی پالیسیوں نے نہ صرف عالمی تجارتی ڈھانچے کو نئی شکل دی بلکہ کالونیوں کو مغربی طاقتوں کے زیرِ اثر اقتصادی نظام میں ضم بھی کر دیا۔ اس کے نتیجے میں عالمی معیشت اور تجارتی تعلقات پر گہرے اور دیرپا اثرات مرتب ہوئے۔ ثقافتی میدان میں بھی برطانیہ نے اثر و رسوخ قائم کیا۔ معاشی اجارہ داری کے ساتھ ساتھ برطانوی اقدار اور سماجی طریقوں کو فروغ دیا گیا جس سے مقامی ثقافتوں اور روایات کو شدید نقصان پہنچا۔ یہ اثرات آزادی کے بعد بھی نمایاں رہے اور سابقہ کالونیوں میں زبان، قانونی ڈھانچے، تعلیمی نظام اور سماجی اداروں میں جھلکتے رہے۔ نوآبادیات سے حاصل کردہ دولت اور وسائل نے برطانیہ کی صنعت کاری کو نئی جِلا بخشی اور انیسویں صدی میں اسے دنیا کی سب سے بڑی اقتصادی طاقت بنا دیا۔ تاہم اس نظام نے کالونیوں کے اندر شدید معاشی تفاوت کو جنم دیا۔ دولت زیادہ تر برطانیہ اور مقامی اشرافیہ کے ہاتھوں میں مرتکز رہی جبکہ عام آبادی غربت کا شکار رہی۔ اس معاشی استحصال اور ثقافتی تسلط نے نوآبادیاتی معاشروں میں سیاسی اور سماجی بے چینی کو ہوا دی جس نے مزاحمتی تحریکوں اور آزادی کی جدوجہد کو جنم دیا۔ آزادی کے بعد بھی نوآبادیاتی ممالک کو مابعد نوآبادیاتی مسائل کا سامنا رہا۔ ان میں

معاشی عدم استحکام، صنعتی ڈھانچے کی کمی اور سیاسی کشمکش جیسے چیلنجز شامل تھے جو براہِ راست برطانوی سامراجی میراث کا نتیجہ تھے۔ مجموعی طور پر برطانوی اقتصادی سامراج نے نہ صرف اپنی کالونیوں بلکہ عالمی سیاسی و معاشی منظرنامے پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔ اس نے کالونیوں کو برطانوی صنعت کے لیے خام مال اور منڈی فراہم کرنے پر مجبور کیا، سستے وسائل اور تیار شدہ اشیا کی کھپت کے ذریعے برطانیہ میں صنعتی انقلاب کو فروغ دیا اور عالمی تجارت کو نئی جہت عطا کی۔

بھارت کی مثال لی جائے تو اس کی معیشت بنیادی طور پر کپڑا سازی، دستکاری اور زراعت پر مشتمل تھی جن کا ہندو ثقافتی روایات کے ساتھ گہرا رشتہ تھا۔ مندر اور مذہبی ادارے فنکاروں اور کاریگروں کے سرپرست تھے۔ تہوار جیسے دیوالی، ہولی اور نوراتری پورے جوش و خروش سے منائے جاتے تھے اور یہ ثقافت فن، موسیقی اور تعمیرات میں نمایاں تھی۔ لیکن برطانوی پالیسیوں نے ان صنعتوں کو شدید دھچکا پہنچایا۔ برطانوی مشینی مصنوعات کی آمد سے مقامی دستکار اور جولاہے بری طرح متاثر ہوئے۔ خاص طور پر کپڑا سازی کی صنعت تباہی کا شکار ہوئی اور ہزاروں ہنرمند غربت کی لکیر کے نیچے چلے گئے۔ برطانیہ سے پہلے بھارت اپنے اعلیٰ معیار کے کپڑوں اور دستکاری کے لیے دنیا بھر میں شہرت رکھتا تھا مگر برطانوی دور میں یہ صنعت زوال پذیر ہو گئی۔ برطانیہ نے بھارت کو تیار شدہ مصنوعات کا مرکز بنانے کے بجائے خام مال فراہم کرنے والا خطہ بنا دیا۔ کپاس اور جیوٹ کی کاشت پر زور دیا گیا جبکہ سستی برطانوی مصنوعات مقامی منڈیوں پر مسلط کر دی گئیں۔ بھارتی کپڑا ساز، جو اپنی مہارت کے باعث دنیا بھر میں مانے جاتے تھے، مشینی کارخانوں میں تیار ہونے والے برطانوی سامان کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اس شعوری دباؤ نے نہ صرف بے روزگاری اور غربت کو بڑھایا بلکہ بھارت سے برطانیہ کی طرف دولت کے انبار منتقل کیے۔ اس پورے عمل کو دادابھائی ناؤروجی نے "ڈرین تھیوری" کے نام سے موسوم کیا۔ ان کے مطابق بھارت کی محنت اور وسائل سے حاصل ہونے والا سرمایہ بھاری ٹیکسوں اور غیر منصفانہ تجارتی قوانین کے ذریعے برطانیہ منتقل کیا گیا جس کی وجہ سے فطری وسائل اور انسانی صلاحیت کے باوجود بھارت غربت کا شکار ہو گیا۔ اس بارے میں دادابھائی نوروجی اپنی کتاب *The Poverty of India* میں لکھتے ہیں کہ:

> British rule transformed India from a thriving manufacturer of finished goods into a colony supplying raw materials, while at the same time importing British manufactured products at exorbitant prices. This deliberate reorientation not only dismantled India’s indigenous industries but also resulted in a vast ‘drain’ of wealth from the country leaving it impoverished.” **(3)**

دادابھائی نوروجی نے برطانوی سامراجی پالیسیوں پر سخت تنقید کی جنہوں نے بھارتی معیشت کو اپنے مفادات کے تابع کر دیا۔ ان کے مطابق برطانوی حکمرانی نے مقامی صنعت کو فروغ دینے کے بجائے جان بوجھ کر معیشت کو خام مال کی پیداوار اور ترسیل تک محدود کر دیا۔ برطانوی کارخانے داروں کی تیار کردہ اشیا کو غیر معمولی نرخوں پر درآمد کیا جاتا جس کے نتیجے میں مقامی پیداوار کمزور ہوتی گئی اور صدیوں پرانی صنعتیں بتدریج زوال پذیر ہو گئیں۔ ناؤروجی کے نزدیک یہ ایک منظم طریقہ تھا جس کے ذریعے بھارتی محنت اور فطری وسائل سے حاصل شدہ دولت مستقل طور پر برطانیہ منتقل کی جاتی رہی اور یوں بھارت اپنی بے پناہ صلاحیتوں کے باوجود غربت میں دھنستا چلا گیا۔ ان کا تجزیہ محض فوری معاشی نقصان تک محدود نہیں تھا بلکہ اس میں ان پالیسیوں کے دیرپا سماجی و صنعتی اثرات بھی نمایاں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خیالات نے بھارتی قوم پرستوں کے جذبات کو جھنجھوڑا اور آزادی کی تحریک کو ایک مضبوط معاشی جواز فراہم کیا کیونکہ انہوں نے نوآبادیاتی حکومت کی اصل استحصالی فطرت کو بے نقاب کیا۔ برطانوی راج کے دوران قیمتی معدنی وسائل کے استحصال کو

بھی منظم انداز میں آگے بڑھایا گیا۔ خاص طور پر سونے کی کان کنی کے بڑے منصوبے شروع کیے گئے تاکہ برطانیہ کی معیشت کو سہارا دیا جا سکے۔ اس کی سب سے نمایاں مثال کرناٹک میں واقع کولار گولڈ فیلڈز (KGF) ہے جہاں 1880 کی دہائی میں برطانوی نگرانی میں بڑے پیمانے پر کان کنی کا آغاز ہوا۔ یہ کان بعد ازاں دنیا کی سب سے گہری اور پیداواری سونے کی کانوں میں شمار ہونے لگی اور برطانوی معیشت کو قیمتی ذخائر فراہم کرتی رہی۔ اس حوالے سے ایس۔جی۔کامت لکھتے ہیں کہ:

> The Kolar Gold Fields were not merely a source of gleaming riches but a poignant emblem of the British Raj's extractive economic policies. Here, the relentless pursuit of gold led to severe exploitation of both natural resources and human labour, leaving behind a legacy of economic drain and social suffering." **(4)**

برطانوی حکمرانوں نے نہ صرف کولار گولڈ فیلڈز پر توجہ دی بلکہ دیگر خطوں میں بھی سونے کے ذخائر کی تلاش اور کان کنی کے منصوبے شروع کیے۔ کیرالہ کے وائناڈ، تمل ناڈو کے نیلگری اور جھارکھنڈ جیسے علاقے اس سلسلے میں خاص اہمیت رکھتے تھے جہاں سونے کی موجودگی نے برطانوی سرمایہ کاروں کو متوجہ کیا۔ ان علاقوں میں کی جانے والی کھدائی اور تلاش کا بنیادی مقصد مقامی وسائل کو برطانوی معیشت کے لیے استعمال کرنا تھا جس سے مقامی ترقی کے بجائے برطانیہ کے تجارتی اور صنعتی مفادات کو فائدہ پہنچتا رہا۔ یہ کان کنی کی سرگرمیاں دراصل برطانوی سامراجی اقتصادی پالیسیوں کا حصہ تھیں جن کا بنیادی مقصد ہندوستانی وسائل کو برآمد کر کے برطانوی صنعتوں کو تقویت دینا تھا۔ برطانوی حکومت نے ان کانوں کے حقوق اپنی کمپنیوں کو سونپ دیے اور بھارتی مزدوروں کو کڑی مشقت اور مشکل حالات میں کام کرنے پر مجبور کیا۔ ان منصوبوں نے جہاں ہندوستان کے قدرتی وسائل کا بے دریغ استحصال کیا وہیں مقامی ماحول اور سماجی ڈھانچوں پر بھی گہرے منفی اثرات مرتب کیے۔ ان کانوں سے نکالا جانے والا سونا برطانوی معیشت کے استحکام اور بالخصوص گولڈ اسٹینڈرڈ کو برقرار رکھنے کے لیے استعمال ہوا۔ اگرچہ ان کان کنی منصوبوں نے بظاہر آمدنی اور کچھ روزگار فراہم کیا مگر زیادہ تر منافع برطانیہ منتقل کر دیا گیا۔ آزادی کے بعد 1947 میں بھارتی حکومت نے ان کان کنی کے منصوبوں کا کنٹرول سنبھالا تاہم برطانوی دور کے اثرات ہندوستان کی معیشت اور وسائل پر طویل عرصے تک قائم رہے۔

مہاراجہ سر کشن پرشاد نے اپنے سفر نامے "سیر پنجاب" میں نوآبادیاتی نظام کے ان پہلوؤں پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ کشن پرشاد، جن کا اصل نام پرشوتّم داس تھا، 1863ء میں پیدا ہوئے اور اپنے نانا راجہ نریندر بہادر کے زیرِ اثر بہترین تعلیم و تربیت حاصل کی۔ وہ کئی زبانوں کے ماہر اور فنونِ حرب سے بھی واقف تھے۔ ان کا بچپن نظام جنگ اور سالار جنگ کے بیٹوں کے ساتھ گزرا۔ 1895ء میں وزیرِ جنگ اور 1900ء میں وزیرِاعظم مقرر ہوئے، مگر 1911ء میں غلط الزامات کے باعث عہدے سے ہٹا دیے گئے۔ بعد ازاں یہ الزام جھوٹا ثابت ہوا۔ وزارت سے سبکدوشی کے بعد انہوں نے ہندوستان کے مختلف خطوں کا سفر کیا۔ مصوری، موسیقی اور کھانا پکانے جیسے فنون میں کمال حاصل کیا۔ لاہور میں ڈاکٹر محمد اقبال سے ان کی گہری رفاقت قائم ہوئی۔ حبیب ضیا نے اپنی کتاب "مہاراجہ سر کشن پرشاد: حیات اور ادبی خدمات" میں ان کے ان اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "اقبال اور مہاراجہ کے تعلقات بہت دیرینہ اور دوستانہ تھے۔ ان کی آپس میں مراسلت سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے کس درجہ خلوص تھا۔ اور ایک دوسرے کی کس قدر عزت کرتے تھے"(5)

سفرنامہ "سیر پنجاب" میں سر کشن پرشاد نے پنجاب کے سفر کی روداد قلم بند کی ہے۔ دہرہ دون کی سیاحت کے دوران وہ ایسٹ انڈیا کمپنی اور نیپال کے بادشاہ کے مابین ہونے والی جنگ، جسے "گورکھا جنگ" کہا جاتا ہے، کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ جنگ بنیادی طور پر سرحدی اختلافات کی بنا پر لڑی گئی تھی۔ ہمالیہ اور اس کے اطراف کے میدانی علاقے دونوں طاقتوں کے لیے کشش رکھتے تھے اسی لیے نیپالی اپنی حدود بڑھانے کی کوشش کر رہے تھے جبکہ برطانوی ہندوستان میں اپنی طاقت مستحکم کرنا چاہتے تھے۔ دہرہ دون ان اہم میدانوں میں سے تھا جہاں یہ تصادم رونما ہوا۔ سر کشن پرشاد ان تاریخی حالات کا حوالہ دے کر اس علاقے کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں:

> "دیرہ دون نہایت پر فضا اور خوشگوار مقام ہے۔ 1914ء تک منصوری اور نینی تال نیپال کی سلطنت میں تھے۔ انگریزوں اور نیپالیوں میں جب جنگ ہوئی تو انگریزوں کی فتح ہونے پر یہ دونوں مقام سرکار انگریزی کے قبضے میں آ گئے"(6)

برطانوی حکومت نے ہندوستان میں ریلوے نظام قائم کیا، جس کا مقصد بنیادی طور پر برطانوی انتظامی گرفت اور معاشی مفادات کو تقویت دینا تھا۔ پہلی ٹرین 1853 میں بمبئی سے تھانے کے درمیان چلی جس نے خام مال کو بندرگاہوں تک پہنچانے اور برطانوی مصنوعات کو ہندوستانی منڈیوں میں پھیلانے کا راستہ ہموار کیا۔ ریلوے کے ذریعے فوجی اور حکومتی نقل و حرکت بھی آسان ہوئی۔ اگرچہ یہ منصوبہ نوآبادیاتی مقاصد کے لیے تھا، لیکن اس نے ہندوستانی سماج اور معیشت میں ربط و یکجہتی پیدا کی۔ سر کشن پرشاد نے اپنے سفرنامہ "سیر پنجاب" میں ریلوے کو برطانوی راج کی ایک نعمت قرار دیا ہے:

> برٹش راج کا ہم سب کا احسان ماننا چاہیے کہ اسی راج کے مبارک خیالات کے پر تو کا طفیل ہے کہ ہندوستان کے ہر ملک اور ہر قوم میں تحصیل علم یک جہتی، بے تعصبی اور انسانی ہمدردی جو ہماری بھولی ہوئی چیزیں تھیں وہ تازہ ہو رہی ہیں اور ہم لوگ اب اپنے آپ کو پہچاننے کی قابلیت پیدا کر رہے ہیں اور اس امر کو بھی محسوس کرتے جاتے ہیں ہم کو کیا کرنا چاہیے خدا سے امید ہے کہ اس برٹش حکومت کے سایہ ہماپایا میں ہم اور ہماری نسلیں ہر طرح کی کامیابیاں حاصل کر کے ہمیشہ کے لئے ممنون منت ہونگی۔ میری یہ دعا ہی کہ ہندوستان اور اس کی رعایا ہمیشہ فضل الٰہی کی بدولت برٹش راج کے زیر سایہ پھلے پھولے اور آباد رہے"(7)

سر کشن پرشاد بمبئی کے ابتدائی دور پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا تسلط دراصل اس وقت شروع ہوا جب برطانویوں نے بمبئی، جو اس وقت ایک جزیرہ تھا، کرائے پر لے کر وہاں سے تجارتی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ اس بارے میں وہ یوں رقم طراز ہیں کہ:

> "بمبئی ابتدا میں ایک معمولی جزیرہ تھا چنانچہ سترھویں صدی مسیحی کے وسط تک اس کی حالت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کو ایسٹ انڈیا کمپنی نے 1668 میں دس پونڈ سالانہ اجرہ پر لیکر اپنے کاروبار کی بنیاد ڈالی۔ اس وقت اس کی آبادی صرف دس ہزار تھی سو برس سے کچھ زیادہ عرصہ گذرا کہ تجارت کیساتھ یورپین خیال نے ملکی اقتدار کی ترقی میں نمایاں حصہ لیکر اس کی آبادی کو معراج کمال پر پہنچا دیا 1773ء میں یہ شہر گورنر جنرل ہند کے ماتحت قرار پا کر پریزیڈنسی کہلانے لگا۔"(8)

ایسٹ انڈیا کمپنی کے زیرِ اثر 1668ء میں بمبئی کی تحویل برصغیر کی نو آبادیاتی تاریخ کا ایک اہم سنگِ میل تھا، جس نے اس شہر کو مستقبل میں ایک بڑے تجارتی اور انتظامی مرکز کے طور پر ابھرنے کی بنیاد فراہم کی۔ اس سے قبل، 1534ء میں گجرات کے سلطان بہادر شاہ نے بمبئی کو پرتگالیوں کے حوالے کر دیا تھا۔ پرتگالیوں نے ایک صدی سے زیادہ عرصے تک یہاں حکمرانی کی، مگر انہوں نے اس مقام کو زیادہ تر بحری اڈے اور مذہبی سرگرمیوں کے لیے استعمال کیا، بجائے اس کے کہ اسے ایک تجارتی مرکز بنایا جاتا۔ صورتحال میں بڑی تبدیلی 1661ء میں آئی، جب انگلستان کے بادشاہ چارلس دوم نے پرتگال کی شہزادی کیتھرین آف براگنزا سے شادی کی۔ اس معاہدے کے تحت پرتگال نے بمبئی کو جہیز کے طور پر انگلستان کے حوالے کیا۔ تاہم برطانوی شاہی حکومت نے بمبئی کے براہِ راست انتظام کو مہنگا اور دشوار پایا، کیونکہ انگلستان سے اس کا فاصلہ طویل تھا اور انتظامی اخراجات بہت زیادہ تھے۔ بالآخر 1668ء میں چارلس دوم نے بمبئی کو محض 10 پاؤنڈ سالانہ کرائے کے عوض ایسٹ انڈیا کمپنی کو لیز پر دے دیا، جس سے اس شہر کی باگ ڈور براہِ راست شاہی حکومت کے بجائے کمپنی کے ہاتھ میں آ گئی۔ سر کشن پرشاد نے ان تمام حالات کو اپنے سفرنامے میں غیر جانبداری سے بیان کیا ہے۔ ان کے سفرنامے کی خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے صرف تنقید نہیں بلکہ توصیف کے پہلو کو بھی مد نظر رکھا ہے اور بقدر حق مثبت انگریزی پالیسیوں کی تعریف بھی کی ہے جن کا مذکور ریلوے نظام کی توصیف کی صورت بطور مثال درج کیا گیا ہے۔۔۔

حوالہ جات

1۔ شیر از زیدی، ڈاکٹر، سامراجیت پر اقبال کی تنقید، سعید پبلی کیشنز، کراچی، 2015ء، ص:18

2۔ ایضاً، ص:18-19

3. Naoroji, Dadabhai. The Poverty of India, Strahan Books, London, 1878, p:51

4. S. G. Kamat, *Kolar Gold Fields: A Colonial Legacy*, Karnataka University Press, 2005, p.112

5۔ حبیب ضیا، مہاراجہ سر کشن پرشاد: حیات اور ادبی خدمات، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، 1978، ص243

6۔ مہاراجہ سر کشن پرشاد، سیر پنجاب، محبوب پریس، حیدر آباد، س ن، ص43

7۔ مہاراجہ سر کشن پرشاد، سیر پنجاب، محبوب پریس، حیدر آباد، س ن، ص98۔99

8۔ مہاراجہ سر کشن پرشاد، سیر پنجاب، محبوب پریس، حیدر آباد، س ن، ص147